Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 2 No. 4 (2024)

علمی اِرتقاء میں اِختلافات کی اَہمیت
(ائمہ اسلاف کے نمایاں واقعات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ)

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری
ڈین فیکلٹی آف لاء، منہاج یونیورسٹی لاہور
hasanqadri@mul.edu.pk
ڈاکٹر محمد تاج الدین
اسسٹنٹ پروفیسر، منہاج یونیورسٹی لاہور
abhh92@gmail.com

Abstract
The article explores the significance of intellectual disagreements in the advancement of knowledge. Without such disagreements, knowledge risks stagnation. The article highlights that during the golden age of Islam, scholars engaged in rigorous intellectual discourse, guided by the Prophetic teachings, which led to the flourishing of Islamic sciences and the emergence of diverse schools of thought. The Qur'an and the Sunna encourage consultation (shura) and mutual deliberation. Such principles underscore the natural and beneficial role of differing opinions in resolving complex issues and expanding intellectual horizons. Historical examples from the lives of early predecessors illustrate how they maintained mutual respect and intellectual integrity despite their differences. These scholars often acknowledged each other's contributions and even prayed behind one another, demonstrating the importance of unity and respect in scholarly discourse. In conclusion, the article calls for a return to the principles of tolerance, mutual respect, and intellectual humility that characterized the early Islamic scholarly tradition. It warns against the dangers of sectarianism and the politicization of religious differences, which can

undermine the unity and progress of the Umma. By embracing the spirit of constructive disagreement and scholarly dialogue, Umma can continue to advance knowledge and address contemporary challenges while remaining true to the teachings of Islam.

Keywords: Disagreement, knowledge, sectarianism, respect, integrity.

1۔ تمہید

علمی ارتقاء میں اختلافات کی بڑی اہمیت ہے۔ کسی بھی مسئلہ میں اختلافِ رائے سے اس کی مختلف پہلوؤں پر غور و فکر کا موقع ملتا ہے جس کی بدولت ذہنی ارتقاء (intellectual development) اور علمی ترقی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اگر کسی مسئلہ میں دورائے نہ ہو تو علم جمود و تعطل کا شکار ہوتا ہے۔ ایک ہی حقیقت کو جب مختلف ذہنی سطح اور صلاحیت کے حامل افراد دیکھتے ہیں تو لامحالہ اس کی تشریح و تعبیر میں فرق ہو جاتا ہے اور کئی نئے گوشے سامنے آجاتے ہیں۔ اسلام کے عہدِ زرین قرونِ اولیٰ میں اسلاف صالحین کا یہ عام طریقہ تھا کہ وہ نبوی ہدایات سے سرشار ہو کر کسی مسئلہ میں نہایت ایمان داری کے ساتھ غور و خوض کیا کرتے تھے۔ علمی استدلال اور غور و خوض کی وجہ سے اختلاف رائے کی شاندار روایت سے علوم اسلامیہ میں ترقی کا سفر جاری رہا اور کئی علوم نے جنم لیا۔ اختلاف اگر علم و دانش کے دائرے کے اندر رہیں تو دقیق علمی مباحث بھی وسعت علوم کا باعث ہو جاتے ہیں۔ فروعی مسائل میں علمی و تحقیقی اختلافات سے مختلف فقہی مسالک وجود میں آئے جو کرہ ارض کے مختلف خطوں میں رہنے والے افرادِ امت کے لیے آسانی کا باعث بنے۔ اگر اختلاف رائے بالکل مذموم ہوتی تو قرآن کریم میں مشاورت کا حکم نہ ہوتا۔ دین و دنیا کے اہم امور میں مشاورت سنت اور بہترین عمل ہے جس سے سوچ کے نئے زاویے کھلتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَشَاوِرۡهُمۡ فِي ٱلۡأَمۡرِ ﴾[1]

اور (اہم) کاموں میں ان سے مشورہ کیا کریں۔

دوسرے مقام پر ایمان والوں کی صفت بیان کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَمۡرُهُمۡ شُورَىٰ بَيۡنَهُمۡ ﴾[2]

اور اُن کا فیصلہ باہمی مشورہ سے ہوتا ہے۔

---

[1] آل عمران، 159/3.
[2] الشورى، 38/42.

Name of Journal: Al-Anfal

ISSN (Online): 3006-5208

ISSN (Print): 3006-5194

Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research

Vol. 2 No. 4 (2024)

بہت سے امور بغیر مشورہ کے بھی طے ہو جاتے ہیں لیکن مشورہ باعث خیر و برکت ہے۔اس سے اختلافِ رائے کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ یہ ایک فطری امر ہے۔جب دو سے زائد لوگ باہم مشاورت کریں گے تو ذہن کے کئی عقدے کھل جائیں گے اور سوچ و فکر کو وسعت ملے گی۔ زیادہ گنجائش اور لچک پیدا ہو گی یوں الجھے ہوئے معاملات کی گتھیاں سلجھتی رہیں گی۔ یہی وسعت علمی ارتقاء کا بھی باعث ہو سکتی ہے۔اس مضمون میں اس حوالے سے کچھ تفصیلات پیش کی جائیں گی۔

2۔اختلاف رائے کا شرعی ضابطہ

یہ امر مسّلم ہے کہ اختلاف رائے میں اگر اسلامی آداب اور شرعی ضابطوں کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو آپس میں نفرت و عداوت، دل شکنی، تفرقہ اور حسد و عناد رونما ہوں گے جو بجائے رحمت کے زحمت ہوں گے۔اس لیے اختلاف رائے کے ضوابط سے آگاہی ضروری ہے۔

اس حوالے سے درج ذیل امور قابل توجہ ہیں:

1۔ علمی مسئلے میں اختلاف رائے جائز ہے اور اس میں اختلاف پسندیدہ اور مقبول ہے بشرطیکہ اس میں درج ذیل دو بنیادی شرطیں پائی جائیں:

(1) اختلاف ظنی الدلالت میں ہو جس میں اختلاف کا احتمال ہو۔

(2) قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت نص میں اجتہاد نہ ہو۔

نص سے مراد وہ حکم ہے جس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت منصوص حکم میں اجتہاد کرنے کی سعی کرنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے سبقت کے مترادف ہے جس سے قرآن حکیم نے سختی سے روکا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تُقَدِّمُواْ بَيۡنَ يَدَيِ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦۖ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۚ إِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٞ ١﴾[3]

اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے پہلے تم سبقت مت کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

2۔ اگر علمی اختلاف اس کے اہل سے صادر ہو تو اس مسئلہ میں جن دوسرے علماء کی رائے اس کے خلاف ہو، ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس عالم کو معذور سمجھیں، اس کے ساتھ حسن ظن رکھیں اور اس پر فسق و فجور کا حکم نہ لگائیں۔اسی طرح کوئی بھی ایسا انتہاپسندانہ اقدام نہ کریں جو بعض مخالفین اپنے مخالفین کے خلاف کرنے کے عادی ہیں۔

---

(3) الحجرات، 1/49.

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 2 No. 4 (2024)

3۔ کسی شرعی مسئلہ میں مخالف رائے رکھنے والوں کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنی رائے دوسروں کے سامنے بیان کر دیں۔ اس صورت میں ان کا مقصد دوسرے کو نصیحت کرنا اور مسئلہ کی وضاحت کرنا ہو، اس طرح اس بات کی توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ سنجیدگی کے ساتھ ان کی رائے اور دلائل پر غور و فکر کرے اور اپنی رائے کا جائزہ لے اور اس کا اجتہاد بدل جائے تاکہ وہ اللہ تعالی کے نزدیک بھی معذور قرار پائیں کہ انہوں نے اپنی استطاعت کی حد تک صحیح اور غلط کی وضاحت کر دی تھی اور علماء کے کاندھوں پر جو علمی امانت کی ذمہ داری ڈالی گئی تھی، اسے انہوں نے ادا کر دیا۔ ہمارے ائمہ واسلاف کا یہی وتیرہ تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد ائمہ و مجتہدین نے شرعی مسائل کی تشریح و تعبیر کرتے ہوئے عقلی و نقلی دلائل کی بنیاد پر ایک دوسرے سے اختلاف کیا۔ اسی اختلاف رائے کی وجہ سے فقہی مسالک کی بنیاد پڑی۔ بعض اوقات ایک ہی مکتبہ فکر کے ائمہ نے ایک دوسرے سے علمی اختلافات کیے۔ مگر یہ اختلافات خالصتاً علمی و تحقیقی نوعیت کے تھے، ان کے عملی و تحقیقی اختلافات میں کسی قسم کے ذاتی مفاد اور بغض و عناد کا دخل نہیں تھا۔ ہر مجتہد دوسرے کے لیے پیار و محبت، ادب واحترام اور باہمی رواداری کے جذبے سے سرشار تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ائمہ و مجتہدین کے فقہی اختلافات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> صحابہ و تابعین اور ان کے بعد ایسے ائمہ موجود تھے جن میں سے کچھ نماز میں بسم اللہ پڑھنے کے قائل تھے اور کچھ نہیں پڑھتے تھے، کچھ نماز میں قرات جہری کے قائل تھے اور کچھ سری قرات کرتے تھے، کچھ ایسے تھے جو نماز فجر میں قنوت پڑھتے تھے اور کچھ نہیں پڑھتے تھے، کچھ قے اور حجامہ کے بعد وضو کے قائل تھے اور بعض قائل نہیں تھے، بعض کی رائے تھی کہ (شہوت سے) عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جبکہ بعض کے نزدیک نہیں ٹوٹتا، ان میں سے کچھ کی رائے تھی کہ اونٹ کا گوشت کھانے اور آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جبکہ بعض کہتے ہیں کہ ان سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ [4]

(1) کم علم لوگوں کو اہل علم کی اتباع کرنی چاہیے

یہ امر بھی نہایت افسوس ناک ہے کہ بہت سے اہلِ علم حضرات بھی اپنے مخالف عالم کا تذکرہ حقارت آمیز انداز میں کرتے ہیں حتی کہ مسلک کی خدمت کے زعم میں مخالف عالم کا نام بگاڑنا اور اس کی تضحیک کرنا کار ثواب سمجھا جاتا ہے۔ پھر جواباً مخالف مسلک والے بھی اسی توہین آمیز انداز میں اپنے مخالفین کا تذکرہ کرتے ہیں، یوں علمی دلیل کی بات جہالت کی شکار ہو کر پس منظر میں چلی جاتی ہے۔ مزید یہ کہ اس انداز کے تذکرے سے معاشرے کے دین بیزار سیکولر اور مغرب پرست طبقے کو اہلِ دین کو بدنام کرنے کے لیے خود اہلِ دین ہی کی طرف سے ہتھیار اور مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔ دین و مذہب کے نام پر معاشرے میں فرقہ واریت، انتشار و انارکی اور دین بیزاری

---

[4] الشاه ولي الله الدهلوي في حجة الله البالغة، ص270N.

Name of Journal: Al-Anfal

ISSN (Online): 3006-5208

ISSN (Print): 3006-5194

Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research

Vol. 2 No. 4 (2024)

کے مہلک جرثوموں کی پیدائش وافزائش اسی مسموم رویہ کی پیداوار ہیں۔ مخلص اہلِ علم کبھی علمی اختلاف رائے کو دشمنی کا رنگ نہیں دیتے، مبادا یہ اہلِ دین کی جگ ہنسائی کا ذریعہ بن جائے۔ اہلِ علم کا اختلافِ رائے درحقیقت اہلِ دین کی خیر خواہی کے لیے ہی ہوتا ہے۔ جبکہ ماہرینِ شریعت کی طرف رجوع اور ان کی اتباع خود قرآن مجید سے ثابت ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿فَسْـَٔلُوٓا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (5)

سو تم اہلِ ذکر سے پوچھ لیا کرو اگر تمہیں خود (کچھ) معلوم نہ ہو۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر پر نکلے، اس دوران ہم میں سے ایک شخص کو پتھر سے چوٹ لگی اور وہ زخمی ہو گیا۔ اسی دوران اُس پر غسل کی حاجت ہوئی۔ اس نے ساتھیوں سے پوچھا کہ میرے لیے تیمم کی اجازت ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! تم پانی کے استعمال پر قدرت رکھتے ہو، اس لیے تیمم نہیں کر سکتے۔ اس نے غسل کیا اور فوت ہو گیا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واپس پلٹے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قَتَلُوهُ، قَتَلَهُمُ اللَّهُ. أَلَا سَأَلُوا إِذْ لَمْ يَعْلَمُوا، فَإِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ (6).

انہوں نے اس کو قتل کر ڈالا۔ اللہ انہیں ہلاک کرے، جب یہ خود علم نہیں رکھتے تھے تو انہوں نے اہلِ علم سے کیوں نہیں پوچھا؟ علم کی کمی کا علاج پوچھنا ہے۔

اس حدیث میں یہ ضابطہ بیان ہوا ہے کہ لاعلم یا کم علم لوگوں کو علماء وفقہاء سے پوچھنا چاہیے اور ان کی بات پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ اختلاف رائے کا حق فقط اہل علم کو ہے۔ دینی معاملات کو اگر اہلِ علم ہی کے درمیان رکھا جائے اور عامۃالناس کو ایسے اختلافی مسائل کو زیر بحث لانے کی اجازت نہ دی جائے تو کافی حد تک معاشرے کا امن بحال ہو سکتا ہے۔ چوکوں اور چوراہوں پر بیٹھ کر اختلافی مسائل پر بحث کرنے اور کافر و مشرک کے فیصلے کرنے سے معاشرے میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اہل علم کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ایسے لوگوں کو بحث مباحثہ کی اجازت نہ دیں، جو دینی معاملات سے بے خبر ہیں۔ دین کے معاملات کے متعلق جب کم علم لوگ فتویٰ دینا شروع کر دیں تو معاشرہ تباہی کی طرف چلا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا،

---

(5) النحل، 43/16، الأنبياء، 7/21.

(6) أخرجه أبو داود في السنن، كتاب الطهارة، باب في المجروح يتيمم، 1/93، الرقم/336.

Name of Journal: Al-Anfal

ISSN (Online): 3006-5208

ISSN (Print): 3006-5194

Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research

Vol. 2 No. 4 (2024)

فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا"[7].

اللہ تعالیٰ بندوں سے یک لخت علم کو سلب نہیں کرے گا؛ بلکہ علماء کو موت دے کر علم کو اٹھائے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ اپنے پیشوا جاہلوں کو بنالیں گے۔ پس ان سے سوال کیا جائے گا (اور) وہ بھی بلا علم فتویٰ دیں گے، نتیجتاً خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

اختلاف کرنے سے پہلے اپنے آپ کو اس قابل بناؤ کہ علماء کی مجالس میں بات کر سکو۔ اگر دین کے بنیادی مسائل سے آگاہی نہ ہو تو اپنے آپ کو عقل کل ظاہر کرنے سے معاملات مزید الجھیں گے۔

(2) منصوص احکام کے خلاف کسی کا قول حجت نہیں

کسی حکم کے بارے میں نصِ صریح اور صحیح الاسناد حدیث کے ہوتے ہوئے کسی فقیہ یا مجتہد کی اجتہادی رائے پر عمل کرنا حرام ہے۔ اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَفِي عُنُقِي صَلِيبٌ مِنْ ذَهَبٍ. فَقَالَ: «يَا عَدِيُّ، اطْرَحْ عَنْكَ هَذَا الوَثَنَ»، وَسَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فِي سُورَةِ بَرَاءَةٌ: ﴿ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ﴾[التوبة،9/31]، قَالَ: «أَمَا إِنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا يَعْبُدُونَهُمْ، وَلَكِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا أَحَلُّوا لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحَلُّوهُ، وَإِذَا حَرَّمُوا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوهُ»[8].

میں حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس اس حال میں آیا کہ میرے گلے میں سونے کی صلیب لٹک رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عدی! اس بت کو گلے سے نکال کر پھینک دو۔ میں نے آپ ﷺ کو سورہ براۃ کی یہ آیت ﴿ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ﴾ پڑھتے سنا کہ "یہود و نصاریٰ نے اللہ کے سوا اپنے عالموں اور زاہدوں کو رب بنالیا تھا"۔ پھر آپ ﷺ نے آیت مبارکہ کی وضاحت میں فرمایا: خوب سمجھ لو یہ لوگ ان علماء و فقہاء کی عبادت نہیں کرتے تھے، لیکن جب ان کے یہ علماء کسی چیز کو حلال کہہ دیتے تو وہ بھی اسے حلال جان لیتے، اور جب وہ علماء ان کے لیے کسی چیز کو حرام ٹھہرا دیتے تو یہ بھی اسے حرام جان لیتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی عالم زاہد کو حلال و حرام یا جائز و ناجائز ٹھہرانے کا غیر مشروط اختیار دینا اور اللہ اور رسول کے مقابلے میں اس کے فیصلے کو تسلیم کرنا اسے رب بنانا ہے۔ منصوص احکام کے خلاف کسی کی اجتہادی رائے ہر گز قابل قبول نہیں ہو گی۔

ہمارے ائمہ و مجتہدین علمی اختلافات کو کشادہ دلی کے ساتھ برداشت کیا کرتے تھے۔ اسلاف کے رویوں سے کسی بھی سطح پر یہ

[7] أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب العلم، باب كيف يقبض العلم، 1/31، الرقم/100.

[8] أخرجه الترمذي في السنن، كتاب التفسير، سورة التوبة، 5/278، الرقم/3095.

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 2 No. 4 (2024)

تصور اور تاثر نہیں ملتا کہ انہوں نے اپنی رائے یا فکر کو دوسرے پر مسلط کرنے کی کوشش کی ہو یا ایک دوسرے کو باطل و گمراہ قرار دیا ہو۔ اسی وجہ سے علمی ارتقاء ہوتا رہا اور امت کے مسائل ہر دور میں حل ہوتے رہے۔ علمی اختلافات کی وجہ سے ہی علوم و معارف کا خزانہ ہمیں میسر ہوا۔

ہمارے اکابر اسلاف علم دوست اور وسعت قلبی کے حامل تھے۔ اس بارے تاریخ کے اوراق میں کئی واقعات و مثالیں موجود ہیں۔ ذیل میں چند نظائر پیش کیے جاتے ہیں۔

1۔ امام ابو حنیفہ سے امام شافعی کے فقہی اختلافات اس قدر زیادہ ہیں کہ دونوں ائمہ کے اپنے الگ الگ فقہی مسالک ہیں۔ اس علمی و فقہی اختلافات کے باوجود ان ائمہ نے کبھی دوسرے امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا، بلکہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب امام شافعی کے اور ان کے اصحاب مدینہ میں مالکیوں کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ امام شافعی نے فجر کی نماز امام ابو حنیفہ کے مقبرے پر ادا کی تو اس میں قنوت نہ پڑھی حالانکہ ان کے ہاں فجر کی نماز میں قنوت پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ جب آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: میں امام ابو حنیفہ کے مقبرے پر حاضر ہو کر ان کی مخالفت نہیں کر سکتا؟[9]

2۔ امام شافعی امام ابو حنیفہ کا فقہی مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: النَّاسُ عِيَالٌ عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ فِي الْفِقْهِ۔ لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے محتاج (خوشہ چیں) ہیں۔[10]

3۔ لیث بن سعد کا بیان ہے کہ میں مدینہ میں امام مالک سے ملا اور کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اپنے ماتھے سے پسینہ پونچھ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: اے مصری! میں ابو حنیفہ سے ملاقات کر کے پسینہ پسینہ ہو گیا ہوں۔ وہ واقعی بہت بڑے فقیہ ہیں۔ لیث کہتے ہیں اس کے بعد میں امام ابو حنیفہ سے ملا اور ان سے عرض کیا: امام مالک نے آپ کے متعلق کیا ہی اچھی بات کہی ہے۔ اس پر امام ابو حنیفہ نے جواب دیا کہ میں نے ان سے زیادہ صحیح جواب دینے اور نقد کرنے والا تیز شخص نہیں دیکھا۔[11]

4۔ ائمہ اسلاف جب کسی دوسرے امام کا نام بھی لیتے تو اس میں بھی ادب واحترام ملحوظِ خاطر رکھتے۔ امام شافعی کے بارے میں طہ العلوانی لکھتے ہیں کہ امام شافعی جب امام احمد بن حنبل کے متعلق کوئی بات کرتے تو تعظیماً ان کا نام نہ لیتے بلکہ کہتے: حدثنا الثقة من أصحابنا[12]۔ ہمارے اصحاب میں سے ایک ثقہ نے یہ روایت ہم سے بیان کی ہے۔

---

[9] الشاه ولي الله الدهلوي في حجة الله البالغة، ص 270N.
[10] الذهبي في مناقب الإمام أبى حنيفة وصاحبه، 30/1.
[11] العلواني في أدب الاختلاف في الإسلام، ص/122-123.
[12] أيضًا، ص/132.

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 2 No. 4 (2024)

5۔ امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کے درمیان اختلافات کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ دونوں الگ الگ فقہ کے بانی ہیں۔ مگر اس کے باوجود امام احمد بن حنبل امام شافعی کے لیے نیک جذبات رکھتے تھے۔امام قرطبیؒ اپنی کتاب ''الانتقاء'' میں لکھتے ہیں کہ ایک دن امام احمد بن حنبل کے بیٹے نے اپنے والد سے کہا: شافعی کون ہیں؟ ہم آپ کو ان کے لیے کثرت سے دعاء کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔امام احمد نے جواب دیا:اے بچے! وہ دنیا کے لیے آفتاب کی مانند تھے اور لوگوں کے لیے صحت وعافیت کے درجہ میں تھے، کیا تم دنیا کے اندر آفتاب اور صحت وعافیت کی ان سے بہتر نظیر بھی دیکھتے ہو؟ [13] ائمہ و مجتہدین ایک دوسرے سے اختلاف رائے کرتے ہوئے بھی ایک دوسرے کو دعاؤں کے ساتھ ہی یاد کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک پچھنہ لگانے اور نکسیر پھوٹنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ اگر امام پچھنہ لگانے کے بعد وضو کیے بغیر نماز پڑھائے تو آپ اس کے پیچھے نماز پڑھ لیں گے؟ تو امام احمد بن حنبل نے کہا: کیا میں امام مالک اور سعید بن المسیب کے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا؟(ان دونوں حضرات کا مسلک یہ ہے کہ پچھنہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ [14]

یہ وہ ائمہ و مجتہدین ہیں جن میں سے بعض فقہی مسلک کے بانی تھے اور بعض ایک ہی مسلک میں رہتے ہوئے ایک دوسرے سے اختلاف رائے رکھتے تھے۔اس کے باوجود تمام ائمہ نے علمی اختلافات کو حدود قیود میں رکھتے ہوئے ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھا اور دین کی اصل روح کو اجاگر کیا۔اپنے اپنے مسلک اور نظریہ وفکر کے مطابق علمی ارتقاء کو جاری رکھا یوں اسلامی علوم وفنون کی ترقی کا سفر کبھی جمود کا شکار نہ ہوا۔

3۔ علمی ارتقاء میں اختلافِ رائے کی اہمیت

قرآن وسنت میں بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کے متعلق اہل علم و مجتہدین کی آراء کو حتمی فیصلے میں شامل کیا گیا ہے جس سے اظہار رائے کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔وہ فروعی مسائل جن میں اجتہادی رائے کے اظہار کی باقاعدہ اجازت دی گئی ہے ان کی تعداد تو زیادہ ہے مگر بطور دلیل قرآن کی یہ آیتِ کریمہ ملاحظہ کریں۔ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَحَيۡثُ مَا كُنتُمۡ فَوَلُّواْ وُجُوهَكُمۡ شَطۡرَهُۥ﴾ [15]

اور تم جہاں سے بھی (سفر پر) نکلو اپنا چہرہ (نماز کے وقت) مسجد حرام کی طرف پھیر لو۔

اس آیت پر تبصرہ کرتے ہوئے امام شافعی کہتے ہیں:

---

[13] ابن عبد البر في الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: مالك والشافعي وأبي حنيفة، 74/1.

[14] الشاه ولي الله الدهلوي في حجة الله البالغة، 270/1.

[15] البقرة، 150/2.

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 2 No. 4 (2024)

پس (یہ) علم اس بات پر محیط ہو گا کہ جو شخص مسجد حرام کی طرف رخ کرنا چاہتا ہے اور اس کا گھر مسجد حرام سے دور ہو وہ اجتہادی دلائل سے بیت اللہ کی طرف متوجہ ہو، کیونکہ وہ اس کی طرف متوجہ ہونے کا مکلف بنایا گیا ہے۔ لیکن وہ شخص نہیں جانتا کہ مسجد حرام کی طرف رخ کرنے میں صحیح فیصلہ کر رہا ہے یا غلط کر رہا ہے۔ البتہ وہ بعض دلائل کو دیکھتا ہے جو قبلہ کی معرفت میں معاون و مددگار ثابت ہوتے ہیں، (ایسے حالات میں) دو مختلف آدمیوں کے درمیان قبلہ کی سمت کو متعین کرنے میں اختلاف بھی ہو سکتا ہے۔[16]

ائمہ فقہاء نے اپنی اجتہادات سے مسائل کا استنباط و استخراج کیا اور فقہی مذاہب وجود میں آئے۔ ان مذاہب پر پھر کتب لکھی گئیں ۔ فقہاء کرام نے اجتہاد و استنباط کرتے ہوئے بہت سے علوم و فنون کا سہارا لیا اور کئی نئے علوم وضع کئے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی علمی ارتقاء ہے۔ ائمہ مجتہدین نے بہت سے قواعد و اُصول ذاتی اجتہادات سے وضع کئے۔ اُنہوں نے دلائل کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کیا اور اس بناء پر آراء بھی مختلف ہوئے اور علمی ارتقاء بھی جاری رہا۔ کچھ مثالیں یہ ہیں:

(1) عربی لغت کے اسالیب و الفاظ کی بناء پر معانی کا اختلاف اور علمی ترقی

کلام شارع میں جب کوئی لفظ مشترک آئے جس کی وضع چند مختلف معانی کے لیے ہو جیسے لفظ "عین" جس کے کئی ایک معانی ہیں مثلاً آنکھ، چشمہ، خالص سونا، نگہبان وغیرہ۔

یہ لفظ جب کلام شارع میں بغیر کسی قرینہ کے ہو تو اس کے وضعی معانی برابر ہوں گے اور ہر ایک مراد ہو سکتے ہیں۔ اس لیے مجتہدین کا اس میں اختلاف ہو جاتا ہے کہ یہ لفظ سبھی معانی کے لیے عام ہے یا کسی ایک کے لیے خاص ہے۔

سورۃ البقرۃ کی ایک آیت کریمہ میں لفظ "القرء" سے متعلق شارع کی مراد کے سلسلے میں ائمہ کا اختلاف ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالمُطَلَّقَتُ يَتَرَبَّصنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَثَةَ قُرُوٓءٍ ﴾[17]

اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔

القرء" کے معنی طہر بھی ہے اور حیض بھی۔ لہٰذا مطلقہ کی عدت حیض سے مانی جائے گی یا طہر سے۔ اس بارے علماء حجاز نے کہا کہ تین طہر ہے اور علماء عراق نے کہا کہ تین حیض۔

جب اسی طرح کے دیگر الفاظ کے بارے دلائل و استنباط کے انبار لگ گیے تو علمی ترقی ہوئی اور لوگوں کے سامنے کئے عقدے

---

[16] الشافعي في الرسالة، ص/486.

[17] البقرة، 228/2.

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 2 No. 4 (2024)

کھلے۔

(2) حقیقت و مجاز کے احتمال یا روایت سے عدم آگہی کی بناء پر اختلافِ آراء اور علمی ارتقاء

کلام شارع سمجھنے میں اس لیے علماء کا اختلاف پیدا ہو جاتا ہے کہ لفظ کبھی دو طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ ایک حقیقی دوسرا مجازی معنٰی میں۔ اگر کسی لفظ مفرد میں دو معانی کا احتمال ہو تو اسے بعض ائمہ حقیقی معنی پر محمول کر لیتے ہیں اور بعض اس کا مجازی معنی مراد لیتے ہیں۔ جیسے لفظ ''المیزان'' کا حقیقی معنی ترازو ہے لیکن یہ لفظ مجازاً عدل کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَٱلسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ ٱلۡمِيزَانَ٧ أَلَّا تَطۡغَوۡاْ فِي ٱلۡمِيزَانِ٨ وَأَقِيمُواْ ٱلۡوَزۡنَ بِٱلۡقِسۡطِ وَلَا تُخۡسِرُواْ ٱلۡمِيزَانَ٩﴾(18)

اور اسی نے آسمان کو بلند کر رکھا ہے اور (اسی نے عدل کے لیے) ترازو قائم کر رکھی ہے O تاکہ تم تولنے میں بے اعتدالی نہ کرو O اور انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول کو کم نہ کرو O

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدۡ أَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِٱلۡبَيِّنَٰتِ وَأَنزَلۡنَا مَعَهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡمِيزَانَ لِيَقُومَ ٱلنَّاسُ بِٱلۡقِسۡطِ﴾(19)

بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ہم نے اُن کے ساتھ کتاب اور میزانِ عدل نازل فرمائی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہو سکیں۔

اس میں المیزان 'ترازو' کے معنی میں بھی ہے۔ امام قرطبیؒ اور دیگر مفسرین نے اس قسم کی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے مدلل بحث کی ہے۔ تفسیر قرطبیؒ میں سورۃ الأعراف کی آیت نمبر 8 کی تفسیر میں لکھا ہے:

وَالْمُرَادُ بِالْوَزْنِ وَزْنُ أَعْمَالِ الْعِبَادِ بِالْمِيزَانِ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ: تُوزَنُ صَحَائِفُ أَعْمَالِ الْعِبَادِ. وَهَذَا هُوَ الصَّحِيحُ، وَهُوَ الَّذِي وَرَدَ بِهِ الْخَبَرُ عَلَى مَا يَأْتِي. وَقِيلَ: الْمِيزَانُ الْكِتَابُ الَّذِي فِيهِ أَعْمَالُ الْخَلْقِ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: الْمِيزَانُ الْحَسَنَاتُ وَالسَّيِّئَاتُ بِأَعْيَانِهَا. وَعَنْهُ أَيْضًا وَالضَّحَّاكِ وَالْأَعْمَشِ: الْوَزْنُ وَالْمِيزَانُ بِمَعْنَى الْعَدْلِ وَالْقَضَاءِ(20).

اور وزن سے مراد میزان (ترازو) کے ساتھ بندوں کے اعمال کا وزن کرنا ہے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا: بندوں کے صحائفِ اعمال کا وزن کیا جائے گا اور یہی صحیح ہے اور اسی کے بارے میں حدیث میں ہے جو آگے آ رہی

(18) الرحمن، 55/7-9.
(19) الحدید، 57/25.
(20) القرطبي في الجامع لأحكام القرآن، 17/153-154.

ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے: میزان سے مراد وہ کتاب ہے جس میں مخلوق کے اعمال درج ہیں۔اور حضرت مجاہد نے فرمایا: میزان سے بعینہ نیکیوں اور برائیوں کا اپنی اصلی حالت میں عیاں ہونا مراد ہے اور آپ سے حضرت ضحاک اور اعمش سے یہ بھی مروی ہے کہ وزن اور میزان عدل اور قضا (عدل وانصاف سے فیصلہ کرنا) کے معنی میں ہیں۔

اگرچہ ائمہ اسلاف کے درمیان بہت سے فقہی اختلافات کسی روایت سے عدم آگہی کی بناء پر بھی ہوئے لیکن اس سے بھی لوگوں کے لیے آسانی میسر آئی اور علمی ترقی بھی ہوئی۔

1۔ بعض مسائل میں کسی مجتہد تک حدیث نہیں پہنچ پاتی تو کسی آیت یا دوسری حدیث کا ظاہری مفہوم دیکھ کر یا اگر کسی مسئلہ کا رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا ہو اس پر قیاس کر کے یا استصحاب حال [21] یا اجتہاد کی کسی معتبر وجہ کے مطابق فتویٰ دے دیتے۔ لیکن اگر زیر بحث معاملے میں کسی دوسرے مجتہد کو کوئی حدیث مل جاتی جس کے مطابق وہ فتوی دے دیتا تو یوں دونوں مجتہدین کے فتویٰ میں اختلاف ہو جاتا ہے۔

2۔ بعض اوقات کسی مجتہد کو حدیث تو مل جاتی ہے مگر اس کی نظر میں کوئی ایسی علت ہے جو اس حدیث کے مطابق عمل کرنے سے مانع ہے۔ مثلاً اسے یقین ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے سلسلۂ اسناد میں کوئی راوی مجہول یا متہم یا ضعیف الحافظہ ہے یا یہ حدیث منقطع یا مرسل ہے یا خبر واحد میں عادل حافظ کی ایسی شرط عائد کرتا ہے جو دوسرے مجتہد کے یہاں نہیں تو ایک حدیث پر عمل کرتا ہے کیونکہ اس کے نزدیک اس کا سلسلۂ اسناد صحیح اور متصل ہے اور دوسرا ان مذکورہ علتوں کی وجہ سے اس پر عمل نہیں کرتا۔اس طرح دونوں کے اقوال متعارض اور مختلف ہو جاتے ہیں۔اسی طرح علم اصولِ حدیث کی اہمیت مزید اجاگر ہو جاتی۔

3۔ حدیث کے معانی و مفاہیم میں اختلاف رائے کی وجہ سے بھی علماء کے درمیان اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسے بیوع کی اقسام، مزابنہ، مخابرہ، محاقلہ، ملامسہ، منابذہ اور غرر کے مسائل کی تشریح و توضیح میں ان کے اقوال مختلف ہیں۔اسی طرح کسی ایک مجتہد

---

(21) اصولِ فقہ کی اصطلاح میں کسی حکم کو حسبِ حال بحال رکھنے کو استصحاب کہا جاتا ہے، یعنی اگر کسی چیز کا وجود یا عدم زمانہ ماضی میں ثابت تھا تو اب زمانہ حال اور مستقبل میں اس چیز کو اپنی حالت پر ہی برقرار رکھا جائے گا، جب تک کہ اس کے خلاف کوئی دلیل قائم نہ ہو جائے۔ متعدد فقہاء نے مختلف الفاظ میں اس کی تعریف کی ہے؛ چنانچہ اصولِ فقہ کی شہرہ آفاق کتاب 'کشف الاسرار '(3/377) میں ہے:

هُوَ الْحُكْمُ بِثُبُوتِ أَمْرٍ فِي الزَّمَانِ الثَّانِي بِنَاءً عَلَى أَنَّهُ كَانَ ثَابِتًا فِي الزَّمَانِ الْأَوَّلِ.

زمانہ حال میں کسی چیز کے ثبوت کا حکم محض اس بنا پر لگانا کہ وہ چیز زمانہ ماضی میں موجود تھی۔"

اسی طرح علامہ شوکانی نے استصحاب کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جس بات پر زمانہ ماضی سے عمل درآمد ہوتا چلا آرہا ہو وہ زمانہ حال اور استقبال میں بھی اپنی حالت پر قائم رہے گی، چاہے وہ حکم وجودی ہو یا عدمی، عقلی ہو یا شرعی۔(ارشاد الفحول، ص353/)

Name of Journal: Al-Anfal

ISSN (Online): 3006-5208

ISSN (Print): 3006-5194

Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research

Vol. 2 No. 4 (2024)

کو حدیث کے جو الفاظ ملتے، دوسرے کو اس سے مختلف الفاظ ملتے جیسے حدیث کا کوئی لفظ ساقط ہے جس کے بغیر معنی پیدا ہی نہیں ہو سکتا یا حدیث کا معنی ہی بدل جاتا ہے۔ کبھی کسی مجتہد کے پاس حدیث اپنے متعلقہ واقعہ کے ساتھ پہنچتی ہے جس سے اس کی مراد سمجھنے میں اسے آسانی ہوتی ہے اور دوسرے تک وہ حدیث اس طرح نہیں پہنچتی جس سے اس کا اخذ کردہ مفہوم مختلف ہو جاتا ہے۔

4۔ کبھی حدیث کسی ایسی کتاب سے نقل کی جاتی ہے جس کا لفظ بدلا ہوا ہے اور اسے ہی وہ نقل کر لیتا ہے اور اسی حدیث کو دوسرا شخص اس کے صحیح الفاظ کے ساتھ کسی دوسری جگہ سے نقل کرتا ہے جس کی وجہ سے آراء مختلف ہو جاتی ہیں۔

5۔ کبھی مجتہد کے نزدیک حدیث صحیح ہے لیکن وہ سمجھتا ہے کہ یہ ایک دوسری سے زیادہ صحیح اور قوی حدیث سے متعارض ہے اس لیے زیادہ قوی حدیث کو وہ ترجیح دیتا ہے یا دونوں دلائل میں زیادہ قوی کون ہے یہ اس پر واضح نہیں ہو پاتا تو وہ دونوں میں سے کسی سے بھی اس وقت تک استنباط نہیں کرتا جب تک قابل ترجیح صورت اس کے سامنے نہ آجائے۔ کوئی مجتہد کبھی ایسی نص پا جاتا ہے جو ناسخ حدیث ہے یا اس کے عموم کی تخصیص کر دیتی ہے یا مطلق کو مقید بنا دیتی ہے اور دوسرے مجتہد کو ان میں سے کوئی چیز نہیں معلوم ہو پاتی، اس لیے دونوں کا مسلک اس مسئلہ میں الگ الگ ہو جاتا ہے۔ (22)

اس بحث سے یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہے کہ بسا اوقات کسی ایک روایت میں اختلاف سے ذہنی ارتقاء اور علمی ترقی کا سامان بھی ہوا۔

3 . اُصول وضوابط اور قواعدِ استنباط

قواعد وضوابط میں مجتہدین کے الگ الگ مسالک ہیں اور اس اختلاف کی وجہ سے مجتہدین کا فقہی مسلک بھی ایک دوسرے سے جداگانہ نظر آتا ہے۔

1۔ بعض ائمہ کی رائے میں صحابی کا کوئی فتویٰ جب مشہور ہو اور کسی دوسرے صحابی کا اس سے اختلاف معلوم نہ ہو تو وہ فتویٰ حجت ہے۔ کیونکہ عدالتِ صحابہ کی ثقاہت کا تقاضا ہے کہ صحابی کا فتویٰ کسی دلیل یا فہم دلیل کی وجہ سے ہوتا ہے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے براہ راست کوئی بات سن کر فتویٰ دیا ہو گا۔

2۔ بعض مجتہدین مصالح مرسلہ کو بھی حجت مانتے ہیں یعنی وہ اُمور جن کا شریعت میں بالذات اعتبار یا عدم اعتبار کا کچھ علم نہ ہو۔ ایسی صورت میں مجتہد جب کوئی ایسی بات پائے جو لوگوں کے لیے مفید ہو تو اس کے مطابق وہ فتویٰ دے دے گا یہ سمجھ کر کہ احکام انسانی مفادات ہی کے لیے جاری ہوا کرتے ہیں۔

3۔ کچھ حضرات اسے ایسی چیز نہیں سمجھتے جو قابل استفادہ ہو۔ اس بنیاد پر ان کے اقوال مختلف ہو جاتے ہیں۔ اس طرح کچھ دوسرے

---

(22) العلواني في أدب الإختلاف، ص/110-112۔

اُمور بھی ہیں جنہیں کتب اُصول فقہ میں دلائل مختلفہ کے ضمن میں معلوم کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً:

سد الذرائع ... استحسان ... استصحاب ... الاخذ بالاحوط ... الاخذ بالاخف ... الاخذ بالاثقل ... عرف ... عادت؛ وغیرہ۔

دلائل نصوص اور اس کے طریقوں سے متعلق اُمور نیز ان میں سے قابل حجت کون ہے اس پر بھی اختلاف ہے۔ان وجوہ سے بہت سی فروع میں فقہی اختلافات پیدا ہو گئے۔انہی فقہی اختلافات کی بناء پر مسالک الگ الگ ہوئے۔ پھر ان کے مسائل پر کتب اور تصانیف کا خاطر خواہ اضافہ ہوا۔اخلاف نے اسلاف کے طرز استدلال و استنباط اور قواعد واُصول پر مزید تحقیق کی اور علمی ارتقاء کا سفر جاری رہا۔

4۔اجتہادی اُمور میں اختلافات کے باوجود کبھی علمی ارتقاء جمود کا شکار نہ ہوا

صحابہ وتابعین کی طرح ائمہ وفقہاء کے درمیان بھی بہت سے اجتہادی اُمور میں اختلافات ہوئے، یہ سبھی حضرات حق وہدایت پر ہیں کیونکہ نفسانیت اور اختلاف وانشقاق پیدا کرنے کی خواہش اور شائبہ ان کے اندر نہ تھا۔ پیش آمدہ مسائل کے حل میں فقہاء کے مابین اختلاف ہو جاتا لیکن ان اختلاف سے کبھی علمی کی ترقی نہ رکی۔اسلاف ائمہ و مجتہدین کی جملہ کاوشوں کا مقصود اصلی یہ تھا کہ حق بات تک رسائی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر لی جائے۔اسی لیے ہر خطہ کے اہل علم اور ان اصحابِ فقہ وافتاء کے فتاویٰ قبول کر لیتے تھے جو اجتہادی مسائل میں اس کی مکمل صلاحیت اور اہلیت رکھتے تھے۔ جس کا اجتہاد صحیح ہوتا اسے درست قرار دیتے اور جس سے اجتہادی غلطی ہوتی اس کے لیے استغفار کرتے لیکن حسن ظن سب کے ساتھ ہوتا اور ہر مسلک کے قاضی کو مانتے۔

ائمہ اسلام ایک ہی چشمے، کتاب اللہ اور سنتِ نبوی سے سیراب ہوتے۔ دلائل میں اگرچہ اختلاف ہو جاتا۔اپنی رائے یا انتخاب و اختیار کا یہ کہہ کر اکثر اظہار کر دیتے تھے: هٰذَا اَحْوَطُ. یا. اَحْسَنُ. یا. هٰذَا مَا یَنْبَغِی. یا. نکرَہُ هٰذَا. یا. لَا یُعْجِبُنِی. کسی پر سختی و تنگی نہ کوئی الزام واتہام اور نہ نص سے ماخوذ کسی مستند رائے سے کوئی ممانعت وانکار۔ بلکہ پوری پوری سہولت اور لوگوں کی آسانی کے لیے مکمل کشادہ دلی ہوا کرتی۔ائمہ کے درمیان مسائل میں اختلافات کے باوجود کوئی چیز ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے سے رکاوٹ نہ بن سکی۔اس حوالے سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور دیگر ائمہ واسلاف کے مطابق کبار ائمہ کرام باہمی فقہی اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کی امامت میں نماز ادا کرتے۔ [23]

امام شافعی کا امام ابو حنیفہ کی بارگاہ کی ادب کا واقعہ کتب میں درج ہے کہ امام شافعی نے ایک بار نمازِ فجر امام ابو حنیفہ کے مقبرہ کے پاس ادا

---

[23] الشاه ولي الله الدهلوي في الإنصاف في بيان أسباب الاختلاف/109-110۔

Name of Journal: Al-Anfal

ISSN (Online): 3006-5208

ISSN (Print): 3006-5194

Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research

Vol. 2 No. 4 (2024)

کی اور ان کے ساتھ ادب روا رکھتے ہوئے نماز میں دعائے قنوت نہ پڑھی۔(24)

جب خلیفہ منصور نے امام مالک کی گراں قدر کتاب موطا کے چند نسخے کرا کے دوسرے شہروں اور ملکوں میں بھیجنے کا ارادہ کیا تاکہ لوگ اس فقہ پر عمل کریں اور پیدا شدہ اختلافات ختم ہو جائیں تو سب سے پہلے آپ نے اس خیال کی مخالفت کی کہ اس اقدام سے مزید اختلاف پیدا ہو جائیں گے۔(25)

اسی طرح امام مالک کا یہ واقعہ بھی تاریخی اہمیّت کا حامل اور قابل تعمیل ہے۔اس کا تعلق خلیفہ ہارون الرشید سے ہے کہ جب اس نے امام مالک سے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ ان کی تالیف کردہ کتاب المُوَطّأ کو سرکاری سطح پر خانہ کعبہ کے ساتھ آویزاں کر دیا جائے تاکہ لوگ اس میں لکھے گئے احکامات پر عمل کر سکیں۔ مگر انہوں نے اس کی اجازت نہ دی کہ کہیں لوگ اختلاف میں مبتلا نہ ہوں۔ یہ واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

عبد اللہ بن عبد الحکم سے مروی ہے کہ انہوں نے امام مالک بن انس کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا: ہارون الرّشید نے مجھ سے تین باتوں کے بارے میں مشورہ طلب کیا: پہلی یہ کہ اَلمُوَطّأ کو خانہ کعبہ کے ساتھ آویزاں کر دینا چاہیے تاکہ لوگوں کو اس کے مندرجات (احادیث، واقعات اور احکامات) سے استفادہ کا موقع مل سکے۔ دوسری یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے منبر کو منہدم کر کے اس کی از سرِ نو تعمیر سونے چاندی اور قیمتی پتھروں سے کی جائے؛ اور تیسری یہ کہ نافع بن ابی نعیم کو مسجد نبوی میں نمازوں کی امامت کا منصب دیا جائے۔امام مالک بن انس فرماتے ہیں کہ میں نے کہا:

يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَمَّا تَعْلِيقُ الْمُوَطَّأِ فِي الْكَعْبَةِ فَإِنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ ﷺ اخْتَلَفُوا فِي الْفُرُوعِ، وَتَفَرَّقُوا فِي الْآفَاقِ، وَكُلٌّ عِنْدَ نَفْسِهِ مُصِيبٌ. وَأَمَّا نَقْضُ مِنْبَرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَاتِّخَاذُكَ إِيَّاهُ مِنْ جَوْهَرٍ وَذَهَبٍ وَفِضَّةٍ، فَلَا أَرَى أَنْ تَحْرِمَ النَّاسَ أَثَرَ النَّبِيِّ ﷺ . وَأَمَّا تَقْدِمَتُكَ نَافِعًا إِمَامًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، فَإِنَّ نَافِعًا إِمَامٌ فِي الْقِرَاءَةِ لَا يُؤْمَنُ أَنْ تَنْدُرَ مِنْهُ نَادِرَةٌ فِي الْمِحْرَابِ فَتُحْفَظَ عَلَيْهِ، قَالَ: وَفَّقَكَ اللهُ يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ (26).

’اے امیر المومنین! جہاں تک اَلمُوَطّأ کے خانہ کعبہ میں آویزاں کیے جانے کا سوال ہے (تو یہ بات ذہن نشین رہے

---

(24) الشاه ولي الله الدهلوي في الإنصاف في بيان أسباب الاختلاف/110، وأيضًا في حجة الله البالغة، 270/1.

(25) الشاه ولي الله الدهلوي في الإنصاف في بيان أسباب الاختلاف/38، وأيضًا في حجة الله البالغة، 250/1.

(26) أخرجه أبو نعيم في حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، 332/6، والقاضي عياض في ترتيب المدارك وتقريب المسالك، 71/2-72، والذّهبيّ في سير أعلام النّبلاء، 98/8.

Name of Journal: Al-Anfal

ISSN (Online): 3006-5208

ISSN (Print): 3006-5194

Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research

Vol. 2 No. 4 (2024)

کہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں فروعی معاملات پر اختلاف رائے پایا جاتا ہے اور ان کے پیروکار دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا راستہ درست ہے۔ لہٰذا اَلْمُوَطّأ پر اتفاق رائے بعید از امکان بات ہے۔ جہاں تک رسول اللہ ﷺ کے منبر کو منہدم کر کے اس کی سونے چاندی اور قیمتی پتھروں سے تعمیرِ نو کا سوال ہے تو میری رائے میں لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے تبرکات سے محروم کرنا مناسب نہ ہوگا۔ جہاں تک نافع کے بطور مسجدِ نبوی کے پیش امام کے تقرر کا سوال ہے تو میری رائے میں یہ اندیشہ شامل ہے کہ نافع چونکہ قرأت کے امام ہیں تو ان سے کچھ ناقابل یقین اعمال سرزد ہوں جس پر آپ اسے پکڑیں گے۔' اس نے کہا: 'اے ابو عبداللہ! اللہ آپ کو صراطِ مستقیم پر گامزن رکھے۔'

یہ امام مالک کی عظمت ہے جو اپنی اُس کتاب کی اشاعت و فروغ کو بھی اختلاف امت کے خدشہ کے پیش نظر بادشاہِ وقت کو روکتے ہیں حالانکہ اُنہوں نے اُس میں سب سے اچھی احادیث جمع فرمائی تھیں اور اپنا وہ محفوظ و قوی علم ودیعت کر دیا تھا جس پر اہل مدینہ اور بہت سے معاصر علماء کا بھی اتفاق تھا۔

5۔ایک دوسرے کی کتب کے ردّ میں نئی تصانیف اور علمی ارتقاء

یہ بات قابل غور ہے کہ بہت سے ائمہ نے کسی مسئلہ پر کوئی کتاب تحریر کی تو اس کی رد میں دوسرے امام نے کوئی اور کتاب لکھی۔ بادی النظر میں تو یہ اختلاف ہے مگر گہرائی میں جائیں تو یہ بھی علمی ارتقاء ہے کہ کسی مسئلہ کے بارے میں مزید دلائل سے نئے پہلوا جاگر ہوئے۔ مثلاً

1۔ امام ابو حنیفہ نے السیر والمغازی پر ایک کتاب تالیف فرمائی تھی۔ جب امام اوزاعی تک پہنچی تو انہیں امام ابو حنیفہ کی کتاب کے بعض مشتملات پسند نہ آئے تو انہوں نے السیر والمغازی میں اپنی کتاب تالیف کی اور اس کتاب میں امام ابو حنیفہ کی بعض عبارات کا جواب لکھا۔

2۔ امام ابو یوسف نے امام اوزاعی کی کتاب پڑھی تو اس کے جواب میں الرد علی سیر الأوزاعی نامی کتاب تالیف کی[27]۔

3۔ اس کے بعد امام شافعی نے امام ابو یوسف کی کتاب پڑھی تو سِیَر پر اپنی الگ مستقل تصنیف (قلم بند) کر دی اور اس میں امام ابو یوسف کی کتاب کی بعض عبارات کا ردّ بھی کیا ہے، جو کہ امام شافعی کی کتاب الأم کے ضمن میں شائع ہوئی ہے۔

اس قدر علمی اختلاف کے باوجود ائمہ کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف ذرہ برابر نفرت، کدورت، حسد، کینہ یا بغض نہیں

---

[27] أبو یوسف، یعقوب بن إبراهيم بن حبيب بن سعد بن حبتة الأنصاري (182ھ)، الرد على سير الأوزاعي، لجنة إحياء المعارف النعمانية، بحيدر آباد الدكن، 4N.

Name of Journal: Al-Anfal

ISSN (Online): 3006-5208

ISSN (Print): 3006-5194

Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research

Vol. 2 No. 4 (2024)

تھا۔ وہ اپنے اپنے انداز و اسلوب میں علم و دانش کو فروغ دیتے رہے۔

6۔ اختلافِ کے باوجود ایک دوسرے کی علمی رفعت کا اعتراف اور علمی ارتقاء

امام ابو حنیفہ کی علمی رفعت کے بارے حضرت عبد اللہ بن المبارک اور امام اوزاعی کا دل چسپ واقعہ خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن المبارک امام اوزاعی کے پاس ملک شام میں حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا: اے خراسانی! یہ کون بدعتی ہے جس کا ظہور کوفہ میں ہوا ہے اور جس کی کنیت ابو حنیفہ ہے؟ حضرت عبد اللہ بن المبارک نے اپنے گھر آکر تین دن تک امام اعظم ابو حنیفہ کی کتب کا مطالعہ کیا اور ان میں سے نہایت نادر اور چیدہ چیدہ مسائل اخذ کیے۔ تیسرے دن وہ دوبارہ امام ابو حنیفہ کی کتاب لے کر امام اوزاعی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے استفسار کیا کہ یہ کون سی کتاب ہے؟ انہوں نے کہا امام ابو حنیفہ کی۔ امام اوزاعی نے اس کتاب میں سے ایک مسئلہ پڑھا۔ پھر وہ کھڑے کھڑے اس کتاب کو پڑھتے رہے یہاں تک ایک ہی نشست میں اس کا ابتدائی حصہ پڑھ لیا۔ پھر کتاب کو اپنی آستین میں تھام لیا اور اقامت کہی اور نماز ادا کی۔ ادائیگیِ نماز کے بعد پوری کتاب پڑھ ڈالی۔

اس کے بعد مجھ سے پوچھنے لگے: اے خراسانی! یہ نعمان بن ثابت کون ہیں؟

حضرت عبد اللہ بن المبارک نے عرض کیا: ایک شیخ ہیں جنہیں میں عراق میں ملا تھا۔

امام اوزاعی نے کہا: یہ تو بہت معزز شیخ ہیں، جاؤ اور ان سے کثرت سے استفادہ کرو۔

پھر میں نے کہا:

هذا أبو حنيفة الذي نهيتَ عنه (28).

یہ وہی ابو حنیفہ ہیں، جن سے آپ مجھے روک رہے تھے۔

حافظ کُردَری نے ایک اور روایت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ امام عبد اللہ بن المبارک بیان کرتے ہیں: پھر میں امام اوزاعی سے مکہ مکرمہ میں ملا تو میں نے دیکھا کہ وہ امام ابو حنیفہ کے ساتھ انہی مسائل میں بحث و مباحثہ کر رہے ہیں اور امام ابو حنیفہ ان مسائل پر مزید دلائل دے رہے تھے۔ پھر جب ہم جدا ہوئے تو میں نے امام اوزاعی سے پوچھا کہ آپ نے انہیں کیسا پایا: انہوں نے جواب دیا: میں اس شخص کے کثرتِ علم اور وفورِ عقل کی وجہ سے رشک کرنے لگا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں کہ پہلے میں خطا پر تھا۔ آپ اس شخص کو لازم پکڑیں، بے شک یہ اُس شے کے برعکس ہے جو مجھ تک پہنچی تھی (29)۔

---

(28) ذكره الخطيب البغدادي في تاريخ بغداد، 13/338.

(29) محمد عوامة في أدب الاختلاف في مسائل العلم والدين، ص/80.

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 2 No. 4 (2024)

علماء پر جب اِنکشافِ حقائق ہوتا تو نہ صرف دوسرے کی علمی رفعت کا اعتراف کرتے تھے بلکہ لوگوں کو اُن سے اِستفادہ کا حکم بھی دیتے تھے۔ مثلاً

1۔ امام شافعی کہتے ہیں:

مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ مُعَلِّمِي، وَعَنْهُ أَخَذْتُ الْعِلْمَ[30].

امام مالک بن انس میرے استاد ہیں۔ ان سے میں نے علم حاصل کیا۔

2۔ یہ بھی امام شافعی کا قول ہے:

إِذَا ذُكِرَ الْعُلَمَاءُ فَمَالِكٌ النَّجْمُ، وَمَا أَحَدٌ أَمَنَّ عَلَيَّ مِنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ[31].

علماء کا جب ذکر کیا جائے تو اِمام مالک اُن میں (تابندہ) ستارہ ہیں۔ میرے نزدیک ان سے زیادہ کوئی قابل اطمینان نہیں۔

3۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں:

إِذَا جَاءَكَ الْحَدِيثُ عَنْ مَالِكٍ فَشُدَّ بِهِ يَدَيْكَ[32].

جب امام مالک کے پاس سے حدیث آئے تو اسے مضبوطی سے تھام لو۔

4۔ امام مالک کے بارے امام شافعی یہ بھی فرماتے تھے:

كَانَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ إِذَا شَكَّ فِي الْحَدِيثِ طَرَحَهُ كُلَّهُ[33].

امام مالک بن انس کو جب حدیث میں شک ہوتا تو اسے مکمل چھوڑ دیتے۔

آج ہمارے دانش گاہوں میں کم ہی تصور ہے کہ دوسرے مسلک کا کوئی طالب علم مخالف مسلک کے درس گاہ میں زیر تعلیم رہے، جب کہ ہمارے اسلاف کی یہ روایت تھی کہ مختلف مسلک کے حامل مدرسے میں اگر کسی خاص فن یا مضمون کا ماہر استاد ہوتا تو لوگ مسلکی اختلاف کے باوجود اس سے تحصیل علم کرتے، جیسے امام شافعی امام مالک کے شاگرد تھے، اور پھر وہ امام ابو حنیفہ کے شاگرد امام محمد کے شاگرد رہے۔ وہ اپنے دور طالب علمی میں ہی حنفی فقہ کے بہت سے مسائل سے اپنا اختلافی نقطہ نظر بیان کرتے۔ امام محمد سے کئی

[30] ابن عبد البر في الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: مالك والشافعي وأبي حنيفة، ص/23.
[31] ابن عبد البر في الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: مالك والشافعي وأبي حنيفة، ص/23.
[32] ابن عبد البر في الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: مالك والشافعي وأبي حنيفة، ص/23.
[33] ابن عبد البر في الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: مالك والشافعي وأبي حنيفة، ص/23.

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 2 No. 4 (2024)

بار مباحثہ ہوالیکن کسی نے آپ کو مدرسے سے فارغ نہ کیا۔ کیا آج ایسا ممکن ہے؟ ہمارے ہاں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ بعض مدارس میں داخلہ کے وقت طالب علم مختلف علما کی عبارات پڑھا کر ان کے بارے میں اس کا عقیدہ پوچھا جاتا ہے تاکہ کسی دوسرے مسلک کا حامل طالب علم ہمارے مدرسے میں داخل نہ ہو جائے۔ حالانکہ اگر دوسرے مسلک کا طالب علم آپ کے مدرسے میں آتا ہے تو یہ آپ کی برتری ہے اور خوش ہونا چاہیے کہ وہ کچھ نہ کچھ آپ کی صحبت کے زیرِاثر سیکھ جائے گا۔

7۔ائمہ اسلاف "لَا أَدْرِي" کہنے کو نصف علم قرار دیتے

اہل علم استفتاء میں لا اَدری کہنے میں بالکل بھی کوئی عار محسوس نہ کرتے اور نہ ہی وہ دوسروں کے پاس بھیجنے میں کوئی سبکی محسوس کرتے۔ جب ان کے سامنے کوئی مسئلہ آتا تو بیان کرنے میں توقف کرتے کہ کہیں کوئی غلطی نہ ہو جائے۔ ایک شخص نے اِمام مالک بن انس سے ایک مسئلہ پوچھا اور کہا کہ ان کی قوم نے آپ سے یہ مسئلہ پوچھنے کے لیے ایسی جگہ سے بھیجا ہے جس کی مسافت بہت طویل ہے۔ آپ نے کہا: جس نے بھیجا ہے اس سے جا کر کہہ دینا کہ میں نہیں جانتا۔ اس شخص نے کہا: پھر اسے کون جانے گا؟ آپ نے فرمایا: اسے وہ جانے گا جسے اللہ نے اس کا علم دیا ہے۔ ملائکہ کہتے ہیں:

﴿لَا عِلْمَ لَنَآ إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَآ﴾[34]

ہم اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہمیں سکھایا۔

امام مالک ہی کے بارے یہ روایت بھی ہے کہ ان سے اڑتالیس (48) مسئلے پوچھے گئے جن میں سے بتیس (32) کے جواب میں آپ نے لاادری (میں نہیں جانتا) کہا۔ اس بارے ہیثم بن جمیل کا بیان ہے:

شَهِدْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ سُئِلَ عَنْ ثَمَانٍ وَأَرْبَعِينَ مَسْأَلَةً، فَقَالَ فِي اثْنَتَيْنِ وَثَلَاثِينَ مِنْهَا: لَا أَدْرِي[35].

میں نے حضرت مالک بن انس کے پاس حاضر ہو کر ان سے اڑتالیس (48) مسئلے پوچھے جن میں سے بتیس (32) کے جواب میں آپ نے لاادری (میں نہیں جانتا) کہا۔

خالد بن خداش سے روایت ہے، اُنہوں نے کہا:

قَدِمْتُ عَلَى مَالِكٍ بِأَرْبَعِينَ مَسْأَلَةً، فَمَا أَجَابَنِي مِنْهَا إِلَّا فِي خَمْسِ مَسَائِلَ[36].

میں چالیس مسائل پوچھنے کے لیے عراق سے امام مالک کے پاس آیا اور ان سے پوچھا تو صرف پانچ کے جوابات آپ

[34] البقرة، 32/2.
[35] ابن عبد البر في التمهيد، 73/1.
[36] الذهبي في سير أعلام النبلاء، 77/8.

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 2 No. 4 (2024)

نے دیے۔

ابن عجلان کہتے تھے!

إِذَا أَخْطَأَ الْعَالِمُ لَا أَدْرِي، أُصِيبَتْ مَقَاتِلُهُ [37].

جب عالم لَا أَدْرِي میں غلطی کرے (یعنی لَا أَدْرِي کہتے ہوئے شرم محسوس کرے) تو وہ ہلاکت کی جگہ پہنچ جاتا ہے۔

امام مالک سے روایت ہے۔ان سے عبداللہ بن یزید بن ہرمز نے روایت کی کہ

يَنْبَغِي لِلْعَالِمِ أَنْ يُورِثَ جُلَسَاءَهُ قَوْلَ لَا أَدْرِي حَتَّى يَكُونَ ذَلِكَ أَصْلًا فِي أَيْدِيهِمْ يَفْزَعُونَ إِلَيْهِ، فَإِذَا سُئِلَ أَحَدُهُمْ عَمَّا لَا يَدْرِي، قَالَ: لَا أَدْرِي [38].

عالم کو چاہیے کہ اپنے ہم نشینوں کو لاادری سکھائے تاکہ ان کے ہاتھ میں ایسی اصل اور ٹھکانہ ہو جہاں وہ پناہ لیں اور ان میں سے جب کسی سے کوئی بات پوچھی جائے جسے وہ نہیں جانتا تو لاادری کہہ دے۔

ابو عمر بن عبدالبر (م463ھ) نے کہا:

صَحَّ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ: لَا أَدْرِي نِصْفُ الْعِلْمِ [39].

ابو درداء سے صحیح روایت ہے کہ اُنہوں نے فرمایا: لاادری (میں نہیں جانتا) کہنا نصف علم ہے۔

حاصل بحث

مسلمانوں کو ان تباہ کن خطرات، ہولناک چیلنجوں اور سازشی منصوبوں سے اچھی طرح آگاہ ہو نا ضروری ہے جو اعداء اسلام نے دعوتِ دین کے علمبردار مسلم نوجوانوں کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ دشمنانِ اسلام کو اس سے بحث نہیں کہ کون سی جماعت یہ کام کر رہی ہے بلکہ مسلک اور نقطۂ نظر کے اختلاف کے باوجود وہ ہر داعیٔ اسلام کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ ان حقائق کے ادراک کے بعد بھی مسلمانوں میں اختلاف کی آگ بھڑکانا یا اس کے اسباب کو بڑھاوا دینا، اہداف و مقاصد اُمت کے ساتھ بڑی خیانت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپس میں اختلاف کی صورت میں اچھے طریقہ و انداز سے بحث و مباحثہ کا حکم دیا ہے حتیٰ کہ اہل کتاب کے ساتھ بھی اس کا حکم ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[37] ابن عبد البر في الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: مالك والشافعي وأبي حنيفة، ص/38.

[38] الخطيب البغدادي في الفقيه والمتفقه، 367/2، وابن عبد البر في الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: مالك والشافعي وأبي حنيفة، ص/38.

[39] ابن عبد البر في الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: مالك والشافعي وأبي حنيفة، ص/38.

Name of Journal: Al-Anfal

ISSN (Online): 3006-5208

ISSN (Print): 3006-5194

Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research

Vol. 2 No. 4 (2024)

﴿وَلَا تُجَٰدِلُوٓاْ أَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ إِلَّا ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ مِنۡهُمۡ﴾(40)

اور (اے مومنو!) اہلِ کتاب سے نہ جھگڑا کرو مگر ایسے طریقہ سے جو بہتر ہو سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا○

حتیٰ کہ جو لوگ اُصولِ دین میں اختلاف کریں اِن سے بھی اچھے انداز میں مذاکرہ و گفتگو کرنی چاہیے۔ باہمی مذاکرات افہام و تفہیم کے لیے نسیمِ صبح کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَبِمَا رَحۡمَةٖ مِّنَ ٱللَّهِ لِنتَ لَهُمۡۖ وَلَوۡ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلۡقَلۡبِ لَٱنفَضُّواْ مِنۡ حَوۡلِكَ﴾(41)

(خدا ہی کی رحمت کے سبب آپ ان کے ساتھ نرم رہے اور اگر آپ تند خو سخت طبیعت ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے سب منتشر ہو جاتے)۔

ائمہ اسلاف کے باہمی رواداری کے واقعات کا تحقیقی جائزہ لینے سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اسلاف تمام تر دلائل کے ساتھ اپنی مؤقف پر قائم ہونے کے باوجود دوسرے کی علمی رفعت کو بھی کشادہ دلی سے قبول کرتے تھے اور فتویٰ بازی کے بجائے دلائل سے بات کرتے جو علمی ارتقاء کا باعث ہوتی۔ اسلاف کی روش ہمارے لیے نمونہ ہے۔ عصرِ حاضر میں مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ ذرا سا بھی کوئی اختلاف کرے تو ہم اسے مسلمان ہی نہیں سمجھتے حالانکہ سو فیصد اتفاق ایک ناممکن چیز ہے۔ لہٰذا ہر معاملہ پر کامل اتفاق کی خواہش علمی و تمدنی ارتقاء میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

مسائل میں اختلاف ایک فطری امر ہے اور یہ مسائلِ حیات میں سہولت و یُسر کا باعث ہے۔ ہمارے لیے یہ بات مناسب نہیں کہ ہم اپنے پسند کے ائمہ کی اقتداء کرتے ہوئے دوسرے اسلاف کی مذمت کریں یا ان کے استنباطات کا تمسخر اڑائیں۔ اکابر اسلاف نے تو اپنی خداداد صلاحیتوں کی بناء پر شرعی مسائل میں غور و خوض کر کے عوام کے لیے قرآن و سنت پر عمل پیرا ہونا آسان کر دیا ہے۔ اگر ائمہ کی کوششیں نہ ہوتیں تو عوام الناس کے لیے براہِ راست شریعت کے مآخذ سے مسائل کا استخراج بڑی تنگی اور حرج کا باعث ہوتا۔ آج ہم اپنے اسلاف کے علمی و تحقیقی کارناموں پر جو فخر کرتے ہیں یہ اسی وسعت و کشادہ دلی کا نتیجہ ہے۔

اسلاف کی مثبت روش میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ حسب ضرورت کسی بھی معتمد عالم دین سے مسائل اور فتاویٰ دریافت کرتے تھے۔ یہ فقہاء کرام کا احسان عظیم ہے کہ انہوں نے فقہی ذخیرہ مرتب کر کے امت کے لیے آسانی پیدا کر دی۔ اسلاف وسیع الظرف اور صاحبِ توسّع تھے۔ انہوں نے کبھی کسی اختلافی مسئلے میں خواہش نفس کو دخل انداز نہیں ہونے دیا۔ اختلاف کی صورت میں

(40) العنکبوت، 46/29۔

(41) آل عمران، 159/3۔

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 2 No. 4 (2024)

ائمہ واسلاف کا باہمی سلیقہ اور ادب پر مشتمل طرزِ عمل ہر دور کے اہلِ علم حضرات کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

مصادِر ومراجع

1- القرآن الكريم.

2- البخاري، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن مغيرة (194ھ-256ھ/810م-870م). الجامع الصحيح. بيروت، لبنان: دار القلم، 1401ھ/1981م.

3- الترمذي، أبو عيسىٰ محمد بن عيسىٰ ابن سورة بن موسىٰ بن ضحاك السلمي الترمذي (209ھ-279ھ/825م-892م). السنن. بيروت، لبنان: دار إحياء التراث العربي.

4- الخطيب البغدادي، أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي بن ثابت (393ھ-463ھ/1003م-1071م). تاريخ بغداد. بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية.

5- الخطيب البغدادي، أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي بن ثابت (393ھ-463ھ/1003م-1071م). الفقيه والمتفقه. السعودية: دار ابن الجوزي، 1421ھ.

6- أبو داود، سليمان بن أشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السّجستاني (202ھ-275ھ/ 817م-889م). السنن. بيروت، لبنان: دار الفكر، 1414ھ/1994م.

7- الدهلوي، أحمد بن عبد الرحيم المعروف بـ ‹‹الشاه ولي الله (المتوفى: 1176ھ). حجة الله البالغة، دار الجيل. بيروت-لبنان، 1426ھ/2005م.

8- الدهلوي، أحمد بن عبد الرحيم المعروف بـ ‹‹الشاه ولي الله (المتوفى: 1176ھ). الإنصاف في بيان أسباب الاختلاف. دار النفائس، بيروت، 1404ھ.

9- الذهبي، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز (673ھ-748ھ/1274م-1348م). سير أعلام النبلاء. بيروت، لبنان: مؤسسة الرسالة، الطبعة التاسعة: 1413ھ

10- الذهبي، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز (673ھ-748ھ/1274م-1348م). مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبه، حيدر آباد دكن: لجنة إحياء المعارف النعمانية، 1408ھ.

11- الشافعي، أبو عبد الله محمد بن إدريس بن العباس بن عثمان بن شافع بن عبد المطلب بن عبد مناف المطلبي القرشي المكي (150ھ-204ھ/767م-819م). الرسالة. مصر: مكتبة الحلبي، 1358ھ/1940م.

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 2 No. 4 (2024)

12- ابن عبد البر، أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر القرطبي(368ھ-463ھ/979م-1071م). التمهيد لما في الموطا من المعاني والأسانيد. المغرب: وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامية، 1387ھ.

13- ابن عبد البر، أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري القرطبي(المتوفى: 463ھ). الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء مالك والشافعي وأبي حنيفة. بيروت: دار الكتب العلمية.

14- العلواني، طه جابر فياض (ت: 2016م). أدب الاختلاف في الإسلام. المعهد العالمي للفكر الإسلامي، فيرجينيا - الولايات المتحدة الأميريكية، 1987م.

15- القاضي عياض، أبو الفضل عياض بن موسى اليحصبي (ت: 544ھ). ترتيب المدارك وتقريب المسالك. المحمدية، المغرب: مطبعة فاضلة، الطبعة الجزء الأولى: 1385ھ /1965م.

16- القرطبي، ابو عبد الله محمد بن احمد بن محمد بن يحيٰي بن مفرج أُموي (٢٨٤،٣٨٠ھـ/ ٨٩٧،٩٩٠ء). الجامع لاحكام القرآن. بيروت، لبنان: دار احياء التراث العربي.

17- محمد عوامة. أدب الاختلاف في مسائل العلم والدين. المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية: دار اليسر، 1428ھ/2007م.

18- أبو نعيم، أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني(336ھ-430ھ/948م-1038م). حلية الأولياء وطبقات الأصفياء. بيروت، لبنان: دار الكتاب العربي، 1405ھ/1985م.

19- أبو يوسف، يعقوب بن إبراهيم بن حبيب بن سعد بن حبتة الأنصاري(182 ھ)، الرد على سير الأوزاعي، لجنة إحياء المعارف النعمانية، بحيدر آباد الدكن.